سلسلہ تقاریر الٓمّٓ

سُورۂ سَجدَہ

ڈاکٹر اسرار احمد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳﴾

صدق اللہ العظیم

السلام علیکم! نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد:

سُورۂ لقمان کے بعد قرآن حکیم میں سورہ سجدہ آتی ہے۔ جس کا ایک نام سورۃ "الٓمّٓ السجدہ" بھی ہے۔ اس لئے کہ سورہ سجدہ قرآن مجید میں حٰمٓ سیریز میں بھی آتی ہے اس سے ممیز کرنے کے لئے اُسے حٰمٓ السجدہ اور اِسے الٓمّٓ السجدہ کا نام دیا گیا ہے۔ البتہ اگر صرف سورہ سجدہ کہا جائے تو اس سے مراد یہ سورہ ہو گی جس کے بارے میں آج گفتگو ہو رہی ہے۔

یہ سورۃ مبارکہ ۳۰ آیات اور ۳ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں تو پورے ہی قرآن مجید سے نہایت شدید محبت تھی۔ لیکن بعض سورتوں سے آپؐ کو ایک خصوصی تعلق خاطر تھا۔ ان میں سے ایک سورہ یہ سورۃ سجدہ بھی ہے چنانچہ آپؐ کے رات کے معمولات میں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات شامل تھی کہ سونے سے قبل آپؐ یہ سورۃ مبارکہ اور سورۃ ملک تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح

فجر کی نماز میں بالعموم آپؐ اس سورۂ مبارک کو پہلی رکعت میں اور سُورۂ دہر کو دوسری رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ خاص طور پر یہ معاملہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ہوتا تھا۔

اس سُورۂ مبارکہ کا انداز خطابی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک شعلہ بیان خطیب نہایت جوش و خروش کے ساتھ خطبہ دے رہا ہو۔ اس اعتبار سے اس میں ایک مطابقت ہے سورۂ یٰسٓ کے ساتھ۔ چنانچہ اس کے اثرات بھی بالکل سُورۂ یٰسٓ کے اثرات کے مشابہ ہیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایمان کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا ہو۔

اس کا اہم ترین حصہ پہلا رکوع ہے جو ۱۱ آیات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلی آیت تو حروفِ مقطعات پر مشتمل ہے الٓمّٓ۔ بقیہ دس آیات میں سے پہلی دو آیات میں قرآن مجید کی صداقت و حقانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت کا اثبات ہے اور منکرینِ رسالت کی تردید کی گئی ہے نہایت پرجوش انداز میں۔

آخری دو آیات میں منکرینِ قیامت کا ذکر ہے اور ان کی تردید کی گئی ہے نہایت پرزور اسلوب سے۔ درمیانی چھ آیات میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا بیان بھی ہے۔ نہایت پُرشکوہ انداز میں، نہایت پرجلال انداز میں اور اللہ تعالیٰ کے اعمال و افعال میں سے جو چوٹی کا عمل ہے یعنی تخلیقِ انسانی، اس کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

آغاز میں ارشاد ہوتا ہے۔

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس کتاب کا نزول اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے بہ اس ہستی کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

کیا ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اس کتاب کو محمد نے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خود تصنیف کر لیا ہے۔

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
نہیں اے نبیؐ! یہ تو حق ہے آپؐ کے ربّ کی جانب سے ۔
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

تاکہ آپؐ خبردار کردیں اس قوم کو جس کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا ۔ شاید کہ وہ لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرلیں ۔
آخری دو آیات میں فرمایا ۔
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ
وہ یہ کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہاں ان کا یہ کہنا تمسخر اور استہزاء کا انداز لئے ہوئے ہے کہ جبکہ ہم زمین میں گم ہوجائینگے مٹی ہوکر مٹی میں مل جائیں گے ۔ رل مل جائیں گے تو کیا پھر دوبارہ ہمیں اٹھالیا جائے گا ۔
بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (۱۰)
اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں ۔
قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ۔
اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے تم کہیں گم نہیں ہو جاؤ گے بلکہ وہ ملک الموت، وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مامور کر دیا گیا ہے جن کے تم حوالے کئے گئے ہو وہ تمہیں پوری طرح وصول کر لے گا ۔ اپنے قبضے میں لے لے گا ۔
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۱۱)
اور پھر تم اپنے ربّ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے ۔
پس جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ ان میں ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کے ضمن میں منکرین کا ذکر اور ان کے غلط فکر کی تردید پر زور انداز میں کی گئی ہے درمیان میں چھ آیات میں ذات وصفات باری تعالےٰ کا ذکر ہے ۔ اور خاص طور پر تخلیق انسانی کے بعض مدارج کا تذکرہ ہوا اور یہ بات ذہن میں رہے کہ اس ضمن میں قرآن مجید نے جو حقائق منکشف کئے ہیں ، بالآخر سائنس بھی وہیں پہنچ کر رہی علم الحیات (BIOLOGY) کے محققین بہر حال

اسی نتیجے تک پہنچے کہ روئے ارضی پر سلسلۂ حیات جو پایا جاتا ہے چاہے اس کی کتنی متنوع بالا تعداد صورتیں ہوں ان سب کا منبع اور سرچشمہ یہ زمین ہے۔ CLAY OF THE EARTH ہے یہ ہے، یہ مٹی ہے جس سے یہ سارا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ آغاز میں فرمایا جاتا ہے:

اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝

اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تخلیق فرمائی بہت ہی عمدہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ بہت ہی حسین تخلیق فرمائی۔ اور انسان جو اس کی تخلیق کا نقطۂ عروج ہے CLIMAX ہے اس کی تخلیق کا آغاز اس نے فرمایا مٹی سے۔ اس کے بعد حیوانات میں جو سلسلہ تناسل چلتا ہے اس کی طرف اشارہ ہوا جو دوسرا درجہ ہے۔ ارتقائے حیات کا دوسرا مرحلہ ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝

پھر اس کی نسل کو رکھ دیا ہے، وہ پانی بہت ہی حقیر پانی جو سلالہ ہے، اس کے ذریعے سے نسل آگے بڑھتی ہے۔ اس کے بعد آخری مرحلے کا ذکر ہے جب ارتقائے حیات اس درجہ تک پہنچا۔ یہ حیوانی انسان جسے جدید سائنس دان HOMOSECULAR کے نام سے جانتے ہیں، وجود میں آیا۔ تو اب وہ مرحلہ آیا کہ رُوح ربّانی اس میں پھونکی جائے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ١ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

یہ ہے وہ مرحلہ جس کا ذکر ہمارے سلسلہ کلام میں اس سے پہلے سورۂ صٓ میں آچکا ہے۔ وہاں پر بھی یہ باتیں فرمائی گئی تھیں اگرچہ قدرے مجمل انداز میں:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔

جب اس پتلے میں اس حیوانی انسان میں رُوح ربانی پھونکی گئی تو حضرت

آدم وجود میں آئے۔ تب انسانِ اوّل تخلیق پایا اور پھر اس کے سامنے سجدے کا حکم دیا گیا فرشتوں کو۔ یہ ہے اس سورۃ مبارکہ کے پہلے رکوع کے مضامین کا خلاصہ۔ اور لفظ تشکرون یا قلیلاً ماتشکرون سے اس کا ایک ربط و تعلق ہے جو سورۃ لقمان کے ساتھ عائد ہو جاتا ہے۔ جس کے مضامین کا اصل، اور بنیاد جذبۂ تشکر ہے۔

دوسرے رکوع میں احوالِ آخرت کا ذکر ہے۔ اہلِ جہنم کی حالت زار بھی بیان ہوئی ہے۔ اہلِ جنت کے احوال بھی بیان ہوئے ہیں اور اس کے ضمن میں الفاظ آتے ہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔

یہ جو اللہ کے نیک بندے ہیں جو جنت میں داخل کئے جائیں گے کوئی نہیں جانتا وہ کون سی نعمتیں ہیں جو اللہ نے ان کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ جو انکی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو ایک حدیث رسولؐ میں بھی آئی ہے۔

کہ جنت کی نعمتوں کو تم اس دُنیا کی نعمتوں پر قیاس نہ کرو۔ صرف ناموں کا اشتراک ہے جنت کی نعمتوں کی حقیقت تو وہیں جاکر معلوم ہوگی۔

ما لاعین رأت ولا اذن سمعت ولاعلی قلب بشر خطرت ۔

انی اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ نعمتیں وہ ہیں کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی کوئی خیال تک آیا۔ ہاں تمہارے ذہن سے قریب لانے کے لئے تمثیل کے پیرائے میں نعمتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے لیکن اصل حقیقت وہیں جاکر معلوم ہوگی۔

آخری رکوع میں جو چند مضامین آتے ہیں ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور تورات کا ذکر اس کے بارے میں وہ الفاظ جو بنی اسرائیل میں بھی آئے ہیں کہ: وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔

یہ تورات بنی اسرائیل کے لئے ہدایت نامہ تھی - ان کے لئے راہنمائی بنکر نازل ہوئی تھی - یہاں تقابل کریجیئے - قرآن مجید اپنے آپ کو ہدًی للناس قرار دیتا ہے - پوری نوعِ انسانی کے لئے ہدایت نامہ ہدایت کاملہ ابدالآباد کے لئے خواہ کتنے ہی تغیرات آئیں انسانی تہذیب وتمدن کتنے ہی مراحل میں سے گزرے ہر دور کے لئے رہنمائی اس کتاب قرآن حکیم کے اندر موجود ہے - ہر نسل کے لئے ہر قوم کے لئے تمام تاریخی اور جغرافیائی حالات کیلئے قرآن کے اندر یہ رہنمائی موجود ہے - ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو انسانوں کی رہنمائی کے منصب پر فائز کیا -

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا - -

ہم نے ان میں ایسے رہنما اٹھائے جو خلق خدا کو ہمارے حکم سے ہدایت کی راہ کی طرف بلاتے تھے - لیکن اس کے لئے ایک شرط لازم ہے کہ " لَمَّا صَبَرُوْا " جبکہ خود انہوں نے صبر کی روش اختیار کر لی - یہ صبر ہے کہ اس کا دامن اگر ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پھر انسان قعر مذلت میں جاگرتا ہے -

ناموافق حالات ہوں، مصائب و مشکلات ہوں، مخالفتوں کا طوفان ہو - خواہ انسان کے اپنے اندر سے اٹھنے والے طوفان ہوں یعنی نفس کے شہوات اور خواہشات کے طوفان خواہ باہر سے آنے والی ترغیبات ہوں یا مخالفتوں کا معاملہ ہو - ان سب کے مقابلے میں انسان صبر و ثبات کے ساتھ ڈٹا رہے -

" لَمَّا صَبَرُوْا " وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ -

اور اس صبر کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کی آیات پر یقین کامل ہو - پختہ یقین ہو یقین محکم ہو - آخری بات سورۃ مبارکہ میں فرمائی -

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ان منکرین، ان مخالفین سے اعراض فرمائیے - انہیں نظر انداز کر دیجئے - ذرا دیر کے لئے ان کی طرف سے توجہ ہٹا دیجئے - وَانْتَظِرْ اور انتظار کیجئے - اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ

بقیہ صد ۲ ہ پر